موجودہ جنگ اور جاپان

از علامہ سید نجم الدین احمد جعفری۔
بار۔ایٹ لا۔

(قومی محاذ جنگ۔ الہ آباد)

موجودہ جنگ اور جاپان

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا خواہ کسی تمدن و تہذیب کے اثر میں رہی ہو اُس کے ہر دور میں جنگ ہوئی اور زیادہ تر حملے ملک گیری کی ہوس اور زر کی طمع کی بنا پر کیے گئے۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جنگ کی مدافعت کا فطری اصول جنگ ہی سمجھا گیا جیسا کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ

"آہن بہ آہن تواں کرد نرم"

موجودہ جنگ کی بھی یہی صورت ہے۔ اس میں دو فریق ہیں۔ ایک محوری طاقتیں اور دوسری اتحادی طاقتیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کون حارج اور کون مدافع ہے۔

ذرا چند سال پیچھے یورپ پر نظر ڈالیے تو آپ دیکھیں گے کہ دو مطلق العنان حاکم مسولینی اور ہٹلر یورپ میں رونما ہوئے۔ سیاہ بادل آسمان سیاست پر منڈلانے لگے اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے خاتمے ہونے لگے۔ کسی کو مسولینی نے ہڑپ لیا تو کسی پر ہٹلر نے قبضہ کر لیا۔ سلطنت برطانیہ اس خیال میں رہی کہ جہاں تک ہو سکے صلح و آشتی سے معاملات طے کر لیے جائیں۔ چنانچہ ایک کا معاملہ اس نے میونک میں طے بھی کرا دیا مگر ہٹلر کے دل میں تو کچھ اور ہی تھا۔ ہٹلر تو دنیا کی فتح کا خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے ارادوں کی تکمیل میں بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ جب فرانس اور

برطانیہ نے دیکھا کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور صلح و آشتی کے پیغام سے غلط فہمی ہو رہی ہے لہٰذا یہ بھی ہتھیار بند ہو کر فرانس کے میدانوں میں نکل آئے۔ برطانیہ اور فرانس دونوں سے جرمنی سے جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑے عرصہ بعد فرانس کو ہتھیار رکھ دینا پڑا۔ اُسکے بعد یورپ کی اور سلطنتیں بھی ہٹلر کی زد میں آگئیں۔ مگر آخر پانسہ پلٹا۔ اُس نے روس سے جو لڑائی مول لی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہ ممالک جو اس نے لے لئے تھے چھوڑنے پڑ رہے ہیں۔ اور وہ ہر محاذ پر شکست پر شکست کھا رہے ہیں۔ اور خیال یہ ہے کہ چند ماہ کے اندر وہ سرنگوں ہو جائے گا اور جنگ یورپ ختم ہو جائے گی۔

جاپان جو محوری حکومتوں کا ساتھی تھا اُسکے حرکات و سکنات بتاتے تھے کہ وہ بھی اس جنگ میں آنا چاہتا ہے۔ امریکہ بیچ میں پڑا لیکن بے کار ثابت ہوا۔ اور اُس نے فلپائن۔ ملایا۔ سنگاپور اور برما وغیرہ پر حملہ کر کے اُن کو دبوچ لیا۔ پھر اس کا قدم ہمارے ہندوستان پر بڑھنے لگا مگر وہ روک دیا گیا۔

اسلامی اصول کے اعتبار سے جنگ ایک ایسا فتنہ ہے جس کو قرآن کے الفاظ میں ہمیں اس طرح کچل دینا چاہیے کہ جنگ اپنا ہتھیار ہمیشہ کے لئے رکھ دے "حتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا"

جاپانی سامراج ہمیں آج یہ کہہ کر پھسلاتا ہے کہ جاپان مشرق اعظم کا واحد ناخدا ہے۔ جس کی ناخدائی پر ایمان لا کر مشرق کی قومیں مغرب کے

شاطرانہ چالوں، مغرب کے سایۂ عاطفت اور مغرب کے سیاسی اور تجارتی
لوٹ مار سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں گی۔ اپنی وقتی اور ہنگامی
کامیابیوں کے گھن گرج میں جاپان یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیں اپنے
سامراجی چال میں پھنسانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ جاپان بھولتا
ہے کہ وقت کا تقاضا کچھ اور ہے۔ دنیا ایک انقلاب کی طرف
جا رہی ہے۔ پرانی دنیا بوڑھی ہو چکی ہے اور اب کنواری دنیا سہاگ
کی اوڑھنی اوڑھ رہی ہے۔ یہ نیا رنگ اقوام کو رنگ دے گا۔ توہمیت
اور وطنیت کے زہریلے جراثیم سے بچائے گا۔ آج فسوں کی گرم بازاری
ہے۔ تہذیب دشمن آج جس طریقے سے سرگرم پیکار ہے وہ صرف
اسی مستقبل خواب کی تعبیر کے لئے ہے جسے نئی دنیا کی روشنی میں دیکھ سکیں گے۔

جاپانی انداز کسی قوم کو اس مقصد میں کامیاب نہیں بنا سکتا۔
اس کا نصب العین ہمیں معلوم ہے۔ جاپان کے ایک مشہور و معروف
Prof. Bunichi Horioka.
عالم و فاضل
نے ۱۹۳۴ء میں ٹوکیو کے سفارت خانہ میں ایشیاٹک سوسائٹی کے
ایک جلسہ میں اس نصب العین کو یوں بیان کیا۔ "یہ ہمارا قدیم ترین
اور مضبوط ترین یقین ہے کہ جاپانی شہنشاہیت کی داغ بیل خود سورج
دیوتا کے ہاتھوں پڑی تھی جس کا یہ فرمان تھا کہ میرے بچے تم اور میرے
آسمانی نمائندے ہونے کی حیثیت سے جہاں تک میری کرنیں پہنچیں،

حکومت کروگے۔" ساری دنیا پر جاپانی جھنڈا لہرانے کا خواب جاپان ۶۰۰ برس قبل مسیح سے دیکھ رہا ہے۔ اس خواب کا نتیجہ یہ تھا کہ ملکہ جینگو کوگو نے ۲۰۰ برس قبل مسیح جاپانی فوجوں کی خود قیادت کرکے کوریا کے علاقے شواگی (Shwagi) پر قبضہ کرلیا۔ اس کوریا کا پورا علاقہ ۱۹۱۰ء میں جاپان کی نوآبادی بن گیا۔ لیکن اس آسمانی سلطنت میں کوریا کے باشندوں کو وہ حقوق آج تک حاصل نہیں ہیں۔ جو جاپانیوں کو ہیں۔ ان کی معاشرتی۔ ذہنی اور اقتصادی اقتدار کا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ اُن سے برابری کا بھی برتاؤ نہیں ہے۔ اُن کے بچے جاپانی اسکولوں میں تعلیم نہیں حاصل کر سکتے۔ تمام بڑے عہدے اور اونچے دفاتر کے دروازے اُن کے لئے بند ہیں۔ کورین مزدوروں کی اُجرت جاپانیوں کے مقابلے میں آدھی ہے۔ باوجود اسکے کہ کوریا کے تمدن کی تاریخ پُرانی ہے۔ جاپانی کورین کو وحشی۔ غیر متمدن اور جنگلی سمجھتے ہیں اور سیاسی مملکت میں اُنھیں اور حقوق تو درکنار اُنھیں ووٹ دینے کا بھی حق نہیں ہے۔ مسٹر کاشی جو Fuson Chamber of Commerce کے صدر ہیں فرماتے ہیں کہ کوریا میں ناقابل برداشت بے روزگاری ہے۔ باوجود زرخیز زمین کے لوگ بھوکے مرتے ہیں۔ ایک دوسرے سیاح نے کوریا کے متعلق لکھا ہے کہ "فوجی طاقت کے ہاتھوں کورین قوم کی آزادی سلب ہوچکی ہے" کوریا کے بعد اسی طرح جاپان نے

فارموسا پر قبضہ کیا۔ اسی سورج دیوتا کی ہدایت کے مطابق اُس نے منچوریا کو اپنا نوالہ بنا لیا جو دنیا کی تمام منفعت کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا اور جو برتاؤ کوریا کے باشندوں کے ساتھ جاپانیوں کا ہے وہی فارموسا اور منچوریا کے باشندوں کے ساتھ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرق کا محافظ کیوں یکے بعد دیگرے ایشیا کے ملکوں کو اپنی شر باریوں کا نشانہ بنا رہا ہے۔

میں Imperialism کا قائل نہیں اور نہ کسی 'ism' کا قائل ہوں۔ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے ہم ایسے بھولے بھالے نہیں کہ جاپان کے ارادوں کو سمجھ نہ سکیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم

ہمیں جاپان کو ضرور اپنے ملک کے باہر رکھنا ہے اس کے لئے ہمیں یہ عزم بالجزم کرنا ہے کہ ہم گھر بار سب چھوڑ کر اپنے ملک کی محافظت میں لگ جائیں۔ جاپان ہر طرف سے گھبرا جا رہا ہے اور برما میں اس کا کافی مقابلہ ہو رہا ہے جس میں ہمارے بہادر ہندوستانی بھی حصہ لے رہے ہیں۔ برما کا بہت بڑا حصہ اس سے خالی کرا لیا گیا ہے اور اتحادی فوجیں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی ہیں اور یقین کامل ہے کہ چند ماہ میں جاپانیوں کو برما سے بالکل بے دخل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد تو پھر سنگاپور میں اتحادیوں کا قبضہ ہو جانا آسان ہو جائے گا۔ اور سنگاپور پہنچنے کے بعد برطانیہ

کے جہاز چلنے لگیں گے اور پھر برطانیہ۔ آسٹریلیا اور امریکہ تینوں مل کر جاپان کو ایسا گھیریں گے کہ وہ دم بخود رہ جائے گا۔ مگر یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا استقلال اور ہمارا ارادہ اُس کو شکست دینے کا قائم رہے اور ہم اتحادیوں کو برابر امداد دیتے رہیں اور جوق جوق فوج میں داخل ہوتے جائیں اور مالی امداد بھی دیتے رہیں۔

مجھے یاد ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب کہ مسلمان بالکل تیار نہ تھے اور اُن پر حملہ ہو گیا اُس وقت نبی کریمؐ مقابلہ کے لوگوں کو نامزد کر رہے تھے تو دو بچے جو ۱۱-۱۲ برس سے زیادہ کے نہ تھے خود نبی کریمؐ کی خدمت میں اپنے کو پیش کیا اور اپنا اپنا نام لکھانا چاہا تو آپ نے فرمایا۔ تم لوگ ابھی بہت چھوٹے ہو اس کام کے لائق نہیں ہو لیکن اُن کے جوش کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی ایڑیاں اُچھال اُچھال کر کھڑے ہوتے تھے۔ اور یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ وہ دوسروں کے برابر ہیں۔ اُن کے سچے جذبہ کو دیکھ کر یہ غیر ممکن ہو گیا کہ اُن کو جنگ پہ نہ بھیجا جائے۔ اُنھوں نے وہاں جاکر بڑے بڑے کارنمایاں کیے۔ جب ایسا عزم اور ایسا جذبہ ہم میں پیدا ہو جائے گا تو کوئی قوم ہم کو مٹا نہیں سکتی۔

آپ کو اس بڑی لڑائی کا پورا علم ہے جو ساڑھے پانچ برس سے دنیا میں جاری ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس جنگ میں اس وقت ایک طرف سے

جرمنی۔ اٹلی اور جاپان ہیں اور دوسری طرف سے انگلستان امریکہ اور روس شامل ہیں اور ہمارا ہندوستان بھی اُنھیں کے ساتھ ہے۔ اِن جنگ کی ذمہ داری جرمنی کے حکمراں ہٹلر پر ہے اور اس کی وجہ سے دنیا میں جتنا فساد برپا ہوا۔ جتنا خون بہا۔ جتنے خاندان خانماں برباد ہوئے اور جتنے ملک تباہ ہوئے اس کی مثال تاریخ میں نہ مل سکے گی۔ جرمنی شروع میں ایسی تیزی سے چل رہا تھا کہ وہ سمجھتا کہ چند سال میں ساری دنیا پر قبضہ پا جائے گا۔ لیکن اب ایک تو روس نے اُس کا ایسا مقابلہ کیا کہ اُس کے دانت کھٹے ہو گئے۔ دوسرے دیگر اتحادی قوموں نے اپنے کو ایسا منظم کیا کہ اُس کے ہاتھ پیر پھول گئے اور اُس کو اب ہر طرف شکست ہو رہی ہے اور اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ ہٹلر کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آجائے گا اور اُس کو بُرے دن دیکھنے ہوں گے۔

بات یہ ہے کہ قدرت کا قاعدہ ہے کہ غرور کو ضرور توڑتا ہے۔ ہمارے مذہبی کتابوں میں ہے کہ جب فرعون کو بہت غرور ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تو اُس کے مقابلہ کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ اور انھوں نے اس کا قلع قمع کر دیا۔ اسی طرح جاپان بھی بڑے اونچے خواب دیکھتا تھا اور کل مشرقی دنیا کو ہڑپ کر جانے کا ارادہ رکھتا تھا اسلیے اس نے بیٹھے بٹھائے تھوڑا۔ گو۔ یا۔ د۔ چین کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا اور پھر اس جنگ میں بھی بہت سے ملک لے لیے لیکن اس جنگ میں اُسکی

کامیابی کی وجہ اصل میں یہ تھی کہ شروع میں امریکہ یا برطانیہ اُنکے مقابلہ کیلئے تیار نہ تھے
مگر بہت جلد صورت بدل گئی اور جاپان کے ہر مقابلہ کیلئے برطانیہ اور امریکہ تیار ہوگئے۔
چنانچہ سال ڈیڑھ سال سے جاپان کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی بلکہ اُنکو ہر طرح کی
شکست ہو رہی ہے اور اتحادی برما پر بھی حملہ کر رہے ہیں اور اکیاب اور بانڈو
وغیرہ لے چکے ہیں یعنی اب جاپان سے ہندوستان کو کوئی خطرہ نہیں رہا۔ یہ کیسا خطرہ
تھا اسکا احساس اس سے ہو سکتا ہے کہ جاپان نے جو ممالک فتح کئے اُنکے ساتھ کیا سلوک کیا۔
پہلے جو ملک اس نے لیا اس میں جب نانکنگ پہنچا اور چینی فوجیں ہٹ گئیں تو اُس نے تمام
لوگوں کو جمع کر کے پیٹنا شروع کر دیا اور برچھیوں سے اُنکو زخمی کیا اور وہ بربریت دکھلائی
کہ اُن سے خود اُنکی قبریں کھدوائیں اور اُنھیں زندہ در گور کر دیا۔ برما۔ کوریا اور فارموسا
جو اُسکے قبضہ میں آگئے ہیں بڑے زرخیز ملک ہیں لیکن وہاں کے لوگ بھوکوں مرتے ہیں اور
جاپانی خوشحالی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُنکو کسی قسم کا حق اُنکے ملک میں نہیں ہے۔ کوئی
بڑی ملازمت ان لوگوں کو نہیں ملتی اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی اُنکو ووٹ دینے
کا کوئی حق نہیں ہے اور اُنکے ساتھ بہت بُرا سلوک ہوتا ہے۔ دور کیوں جائیے خود برما کا
حال دیکھئے جسکو جاپانیوں نے حال ہی فتح کیا تھا۔ جب کسی جاپانی کو ایک گری کا
پھل توڑنا ہوتا ہے تو وہ پورا درخت گرا دیتا ہے اور پھل لے لیتا ہے۔ عام طور پر
جاپانی لوگوں کے باورچی خانہ یا گودام میں گھس جاتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے اُٹھا لے
جاتے ہیں اُنکو اس سے مطلب نہیں کہ پورا خاندان بھوکا رہ جائیگا۔ اسی طرح وہ دوکانوں
میں گھس جاتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور کبھی ایک پیسہ بھی نہیں دیتے
برما میں بہت بڑی بڑی دوکانیں تھیں جسکو جاپانیوں نے تباہ کر دی ہیں۔ اب وہاں

اس طرح پر بازار لگتا ہے جیسے کہ دیہاتوں میں کئی کئی دن کے بعد لگتا ہے۔ اور اس پر بھی جاپانی حملہ کر کے چیزیں اُٹھالے جاتے ہیں۔ عورتیں جو پھیری کرتی ہیں اُنکو بھی بڑی دشواری ہوگئی ہے کیونکہ اُن کے ساتھ بھی بہت بُرا سلوک ہوتا ہے اور کبھی اُنکو پوری قیمت چیزوں کی نہیں ملتی۔ وہاں کے بڑے بڑے فقیر اور سنیاسیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے کہ وہ مجبور کئے جاتے ہیں کہ وہ جنگل سے جاکر اُن کے لئے لکڑی لائیں۔ اور آگ جلانے کے لئے کتابیں اُٹھالے جاتے ہیں غریبوں سے کپڑے دھلواتے ہیں۔ کواڑ اور چوکھٹ مکانوں سے نکال کر ایندھن کا کام لیتے ہیں۔ گاؤں میں برابر مکانوں میں گھس جاتے ہیں اور صرف تلاشی ہی نہیں لیتے بلکہ جابجا کھودتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ زمین میں روپیہ دفن ہوگا اور جو کچھ روپیہ پیسہ ملتا ہے سب اُٹھالیجاتے ہیں۔ دیہاتوں میں جاکر لوگوں کی گاڑیاں اور بیل وغیرہ چھین لیتے ہیں اور اپنے کام میں لاتے ہیں جسکی وجہ سے نہ تو وقت پر فصل بوئی جاتی ہے اور نہ کٹی ہوئی فصل بازار میں لائی جاسکتی ہے۔ یہ باتیں میں فرضی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ برما کے ایک بڑے لیڈر جو وہاں سے بھاگ کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

برما لینے کے پہلے جاپانیوں نے بڑی بڑی ہمدردی کی باتیں اور لمبے لمبے وعدے کئے لیکن یہ سب دھوکا تھا اور اب برما والے انگریزوں کے ہمدرد ہیں اور ساتھ دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محوری طاقتوں کو ملک گیری کی ہوس ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ہمارا کھلا ہوا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کی حفاظت کرنے اور غیر ملکوں قوموں کی امداد کے لئے جو دنیا سے محوری تشدد کو دور کرنا چاہتی ہیں

ساری قربانیاں کرنا چاہئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ پچھلی جنگ میں جو لوگ گئے اور بعد کو واپس آئے تو وہ اپنے ساتھ روپیہ۔ عزت اور صحت لائے۔ ان کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ ہم بھی جاتے تو اچھا تھا۔ اس جنگ میں بڑا موقع ہے کیونکہ تنخواہ بھی زیادہ ہے اور علاوہ سپاہیوں کے مستری وغیرہ کے لیے بہت آدمی لئے جا رہے ہیں اور ان کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ یہ لوگ جب گھر واپس آویں گے تو علاوہ دولت کے جو وہ اپنے ہمراہ لاویں گے بہت سے ایسے کاموں میں ہوشیار ہو جاویں گے جن کو وہ نہ جانتے تھے۔ اور نہ ملک میں کوئی جانتا تھا مثلاً تمام ٹیکنیکل کام جس کی اس ملک کو جنگ کے بعد صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے بہت ضرورت ہوگی۔ اسلئے ملک کو بہت نفع ہوگا۔ اس جنگ سے ایک یہ بھی فائدہ ملک کو ہوا ہے کہ بہت چیزوں کی فیکٹریاں ملک میں قائم ہو گئی ہیں جن میں ہزارہا بیکار آدمی ملازم ہو گئے ہیں۔ علاوہ اسکے جنگ کے بعد ان فیکٹریوں سے ایسے سامان تیار ہونگے

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں شریک ہونے سے ہمارا وقار بڑھ گیا ہے اور ہمارے حوصلوں اور حقوق کی قدر افزائی ہونے لگی ہے جس سے ہمیں امید ہے کہ جنگ کے بعد ہندستان کو وہ حق حاصل ہو جائے گی جس کا وہ مستحق ہے خود آکسفورڈ میں ایک تحریک جاری ہے جسکو Renunciation یا ترک حقوق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس تحریک کا منشا یہ ہے کہ اونچے اونچے حقوق والوں کو نیچی نیچی حالت والوں کیلئے اپنے بہت سے حقوق کو نظرانداز کرنا ہوگا تاکہ ساری دنیا ایک ایسی سطح پر آجائے کہ چین و آرام کی زندگی بسر کر سکے اور کوئی

ایک اور تحریک جاری ہے جسکے حامی کہتے ہیں کہ ہم آنیوالی دنیا میں تین قسم کی آزادی چاہتے ہیں۔ خوف۔ طمع اور نفرت سے آزادی۔ یہ تحریک اسلام کے مرادف ہے۔ اسلام نے تیرہ سو پچاس ۱۳۵۰ برس پہلے یہ نعرہ لگایا تھا کہ تمام عالم انسانیت ایک ہے اور امن و امان کا بنیادی اصول یہ ہے کہ سب پر ایک سی نظر خدمت کی رکھی جائے اور کسی قسم کی نفرت ذات پات۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ رنگ و نسب کے اعتبار سے نہ کیا جائے کیونکہ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا اُن میں سے اُسی کو پسند کرتا ہے جو اُسکے مخلوق کی خدمت بلا امتیاز کرے۔

میرا خیال یہ ہے کہ دنیا جنگ و جدال سے اسقدر تنگ آگئی ہے کہ مکمل امن و امان کے اصول پر آنا ناگزیر ہے لیکن سوال پیدا ہے کہ ہم اپنا مستقبل کے بنانے میں کہاں تک حصہ لیا کر رہے ہیں۔ ہمارے ہندوستانی فوجی بھائی ہزار ستائش کے مستحق ہیں کہ وہ ہتھیلی پر جان لئے محوری طاقتوں کو زک دینے کے لئے اور اپنے ملک کی حفاظت کیلئے مختلف محاذوں پر کارنمایاں کر رہے ہیں اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ ہندوستان نے باوجود بے بضاعتی کے لڑائی کے سامان کے فراہمی کے لئے بہت کچھ کیا ہے اور ابھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن ضرورت تو یہ ہے کہ ہندوستان کی کل آبادی اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے اپنے ملک کی حفاظت اور اس جنگ کے ختم کرنے میں شریک ہو جائے تاکہ جب صلح کے مسئلے حل کئے جائیں تو ہندوستان کا شاندار تعاون نظر

اس ہولناک جنگ کا خاتمہ کرنا ضروری ہے اور اسکا خاتمہ جب ہی ہوگا کہ ہماری نظروں میں اسپرٹ رہے کہ ہٹلر کا ظلم و غرور ٹوٹتے ہوئے دیکھیں اور جاپان کو بھی پوری شکست ہو —